# چند روز جاپان میں

## مذہب و امن پر دوسری عالمی کانفرنس

(۲)

سعید احمد اکبر آبادی

انٹرنیشنل کانفرنس ہال | کانفرنس (از ۱۶ تا ۲۲ اکتوبر) کا افتتاح اور اس کا انعقاد انٹرنیشنل کانفرنس ہال میں ہوا۔ یہ ہال جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ تعمیر ہی کیا گیا ہے بین الاقوامی کانفرنسوں اور اجتماعات کے لئے۔ یہ ایک شش منزلہ نہایت وسیع اور خوبصورت عمارت ہے جو ہمارے ہوٹل سے پندرہ سولہ کیلو میٹر کی مسافت پر ایک خوشنما اور حسین پہاڑی پر واقع ہے۔ اس عمارت کی شان و شوکت زیبائش و آرائش اور اس کا ٹھاٹ باٹ بالکل نیویارک میں مجلس اقوام متحدہ کی عمارت جیسے ہیں۔ نچلی منزل (GROUND FLOOR) میں ایک طرف نہایت عظیم الشان اسمبلی ہال ہے۔ جس میں کم و بیش ایک ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کا انتظام ہے۔ ہر سیٹ کے سامنے ایک ڈسک ہے جس پر ایر فون رکھا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی ڈبیا ہے جس میں نمبر ہیں۔ جاپانی یا انگریزی ان میں سے جس زبان میں آپ تقریر سننا چاہیں ڈبیا کی سوئی کو اس کے متعلقہ نمبر پر لگا کر ایر فون کان سے لگا لیجئے۔ پوری تقریر آپ اسی زبان میں سن لیں گے۔ اسمبلی ہال کے علاوہ اس منزل میں اور دوسری منزلوں میں بڑی کثیر تعداد میں اعلیٰ فرنیچر سے آراستہ و پیراستہ کمرے ہیں۔ صحن، لانج اور گیلریاں ہیں۔ عمارت سے ملحق ایک بہت وسیع باغ ہے جاپانیوں کو باغ کی ترتیب اور چمن بندی کا ایک خاص ذوق ہوتا ہے یہ باغ ان کے اسی ذوق کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ عمارت کے مختلف کمروں میں سکریٹریٹ پوسٹ آفس۔ سفری ایجنٹ کا

دفتر کیفے۔ مصنوعاتِ جاپان کی دکان۔ غرض کہ سب ہی کچھ ہے۔ کانفرنس کا افتتاح اور اس کے جلسے سب اسمبلی ہال میں اور سب کمیٹیوں کے جلسے الگ الگ پہلی یا دوسری منزل کے کمروں میں ہوتے تھے۔

شرکائے کانفرنس | کانفرنس کے افتتاحیہ اور اختتامیہ جلسہ میں تو پورا اسمبلی ہال بھرا ہوا تھا کیوں کہ بعض مذہبی اور تعلیمی اداروں کے طلبا اور اساتذہ کو بھی ان میں شرکت کی اجازت یا دعوت دے دی گئی تھی۔ ان کو مستثنیٰ کرکے کانفرنس میں جو لوگ کمل مندوب تھے ان کی تعداد دو سو دس (۲۱۰) تھی۔ یہ اکتالیس ملکوں اور دنیا کے دس بڑے مذاہب کے نمائندے تھے۔ تفصیل یہ ہے (۱) مندوبین کی تقسیم بربنائے مذہب: عیسائی: ۴۹۔ بدھسٹ: ۳۵۔ ہندو: ۱۹۔ مسلمان: ۱۸۔ شنتوئسٹ: ۱۷۔ یہودی: ۷۔ سکھ: ۳۔ جین: ۲۔ زردشتی یعنی پارسی: ۲۔ کنفوشین: ۱۔ ان کے علاوہ گیارہ اور مختلف مذاہب کے لوگ تھے۔ (۲) مندوبین کی تقسیم بربنائے ملک: سب سے بڑا ڈیلی گیشن جاپان کا تھا جو باون (۵۲) افراد پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد دوسرا نمبر ہندوستان کا تھا جس کے ڈیلی گیشن میں پینتیس (۳۵) آدمی شامل تھے۔ ان کے علاوہ اور جن ملکوں کے ڈیلی گیشن بڑے تھے وہ یہ ہیں: امریکہ: ۲۰۔ روس: ۱۲۔ سنگاپور: ۸۔ پاکستان: ۷۔ انڈونیشیا: ۶۔ یہ تعداد تو خاص مندوبین کی تھی۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ جو مشاہدین یا کسی مندوب کی بیوی یا سکریٹری کی حیثیت سے شریک ہوئے ان کی تعداد اٹھانوے (۹۸) تھی۔ اس طرح کل تعداد تین سو آٹھ (۳۰۸) ہو جاتی ہے۔ اب اگر ان لوگوں کو بھی شامل کر لیا جائے جو پریس کے نمائندہ یا کانفرنس کے سکریٹریٹ کے عہدہ دار اور ملازمین تھے۔ اور جن کی تعداد سات سو انیس (۷۱۹) تھی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسمبلی ہال میں ایک ہزار سے زیادہ لوگ موجود رہے۔

ہر مذہب کا طریق عبادت | پروگرام کے مطابق کانفرنس کا ہر اجلاس باری باری ہر مذہب کے طریق عبادت سے شروع ہوتا تھا۔ چنانچہ کانفرنس کا افتتاح بودھ مذہب کی عبادت سے ہوا اس کے بعد سہ پہر میں اجلاس کا آغاز اسلامی عبادت (PRAYER) سے ہونا تھا اس

سلسلہ میں پاکستانی وفد کے ممبر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ڈاکٹر محمود حسین (برادر خورد ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم) جو کانفرنس کی تیاری کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔ ان دونوں نے قرآن مجید کی کچھ آیات، کچھ احادیث اور کچھ دعاؤں کا انتخاب اور انگریزی میں ان کا ترجمہ کر رکھا تھا شب میں میری ان حضرات سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اس پر نظر ثانی کی فرمائش کی۔ انتخاب میں تو ظاہر ہے کیا مجال گفتگو ہو سکتی تھی۔ انگریزی ترجمہ میں البتہ کچھ ادل بدل کرنا پڑا۔ اس کے بعد ان حضرات کی خواہش ہوئی کہ میں خود ہی اس کو پڑھوں اور ترجمہ سنا دوں۔ میں اس پر رضامند ہو گیا تھا لیکن صبح کے وقت تاشقند کے میرزا عبداللہ میرزا کلان اور ان کے ایک اور نوجوان رفیق جو حافظ اور قاری تھے ان[1] سے ملاقات ہوئی تو میں نے قاری صاحب سے فرمائش کی کہ میری بجائے وہ تلاوت کریں۔ وہ بڑی خوشی سے رضامند ہو گئے۔ انگریزی ترجمہ سائیکلو اسٹائل کرکے پہلے سے تقسیم کر ہی دیا گیا تھا۔ روسی نوجوان قاری نے عربی جبہ قبہ اور دستار کے ساتھ خالص مصری لہجہ میں اس خوش الحانی سے تلاوت کی کہ پورے مجمع پر سکر کی کیفیت چھا گئی۔ مسلمانوں کا کیا ذکر! بعض عربی داں غیر مسلم جو میرے پاس بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ وہ بھی رومال سے آنکھیں صاف کر رہے تھے۔

**کانفرنس کا افتتاح** جیسا کہ ابھی عرض کیا۔ کانفرنس کا افتتاح (۱۶ر اکتوبر ۹ بجے صبح) بودھ مذہب کی عبادت سے اس طرح ہوا کہ چار بودھ بھکشوؤں نے جو ایک خاص لباس میں ملبوس تھے ترنم کے ساتھ دعائیں پڑھیں۔ ساتھ ہی وقفہ وقفہ سے تالیاں بجاتے جاتے تھے۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک ٹولی جو خانقاہی موسیقی کی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی۔

---

[1] یہ دونوں حضرات مفتی ضیاء الدین بابا خان (تاشقند) کے قریبی عزیز ہیں۔ اور ان سے میری دیرینہ ملاقات اور جان پہچان ہے۔ اسی کانفرنس میں روس سے جو وفد آیا تھا یہ دونوں اور ایک اور مسلمان اس کے ساتھ آئے تھے۔

اسٹیج کے ایک کنارہ پر بیٹھی ساز پران لوگوں کا ساتھ دے رہی تھی۔

عبادت کے بعد مسٹر کوشوا ہٹانی نے جو جاپان کے بودھ فیڈریشن کے صدر اور کانفرنس کے شریک صدر ہیں میزبان کی حیثیت سے خطبۂ افتتاحیہ میں مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور کوٹو کی نسبت پروفیسر ٹوئن بی (عہد حاضر کے نہایت عظیم مورخ) کی ایک تحریر کا یہ فقرہ نقل کیا کہ وہ دنیا کا ایک حسین ترین شہر ہے۔ کانفرنس کے انعقاد کے لئے جاپان کی دعوت کے سلسلہ میں موصوف نے کہا۔

"جاپان میں اس کانفرنس کے انعقاد کی وجہ دو ہیں۔ ایک یہ کہ جاپان ہی ایسا ملک ہے جس پر ایٹم بم سے حملہ کیا گیا ہے۔ اور دوسری یہ کہ ۱۹۴۷ء سے جاپانی قوم جس ملکی دستور پر عمل کر رہی وہ درحقیقت دستور امن ہے۔ کیونکہ اس میں کسی بھی قوم کے ساتھ جارحانہ جنگ نہ کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔"

کانفرنس کے انعقاد کی غرض وغایت سے متعلق انھوں نے جو کچھ کہا وہ آج کروڑوں انسانوں کے دل کی آواز ہے۔ انھوں نے کہا

"ایٹمی اسلحہ صرف مادی تہذیب اور ہماری روحانی ثقافت جو ہمارا ورثہ رہی ہے انہیں دونوں کے لیے خطرہ نہیں ہیں۔ بلکہ خود انسان کے نفس وجود کے لئے خطرہ ہیں۔ یہ سائنس کی غیر معمولی ترقی جو ہمارے خلائی عہد کی ایک خاص نشانی ہے اور اس کی ایجادات واختراعات بے شبہ نشاط انگیز ہیں لیکن یہ ایک ناگزیر حقیقت ہے کہ سائنٹفک تہذیب نے ہی نہایت خوفناک اسلحہ کی تیاری اور جنگ بندی میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ سائنس نے جس تہذیب کو جنم دیا ہے اس کو ہم "گمشدہ انسانیت کی تہذیب" ہی کہہ سکتے ہیں۔ سائنس نے بے شبہ ان تمام چھوٹی بڑی چیزوں کا علم حاصل کر لیا ہے جو اس کے دائرۂ اختیار واقتدار میں ہیں لیکن اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ "انسان کو کیوں کر رہنا چاہیئے؟" اور "انسان کس طرح حقیقی امن اور مسرت حاصل کر سکتا ہے؟" جیسے سوالات کا جواب دے سکے۔ سائنس سے قیام امن میں مدد مل سکتی

تھی لیکن بدقسمتی ہے وہ جتنی ترقی کرتی جارہی ہے اسی طرح امن سوز طاقتیں مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ سائنٹفک تہذیب اسی وقت امن قائم کرنے میں کامیاب ہوسکتی ہے جبکہ انسان کے دل میں تبدیلی پیدا ہو۔ اور دل کی تبدیلی کا یہ کام صرف مذہب ہی کرسکتا ہے۔ جیساکہ پروفیسر ٹوئن بی نے کانفرنس کے نام اپنے پیغام میں کہا ہے۔ "جنگ اور امن ان دونوں کا اصل مقام قلب انسانی ہے۔ جب تک انسان ضبط نفس اور تزکیۂ نفس کے ذریعہ اپنے باطن کی اصلاح نہیں کرے گا جنگ کے دواعی اور اس کے اسباب قائم رہیں گے اور امن کا حصول ایک خواب پریشاں رہے گا۔ اس بنا پر سب سے مقدم اور ضروری اصلاح باطن ہے۔"

اس کے بعد ریورنڈ نکوناصدر جاپان ریلیجس لیگ اور ڈاکٹر ڈانا میکلین گریلے نے کانفرنس کی تیاری کمیٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے جو تقریریں کیں ان میں قیام امن کی خاطر مذاہب عالم کی ہم آہنگی اور ان کے باہمی تعاون و اشتراک پر زور دیا گیا تھا۔ کیوں کہ صرف یہی ایک ذریعہ ہے جو انسان کو بالکل نیست نابود ہوجانے کے خطرہ سے بچا سکتا ہے۔ انھوں نے مختلف مذاہب کے ذمہ دار نمائندوں سے جو یہاں موجود تھے دردمندانہ اپیل کی کہ وہ وقت کی اس اہم ضرورت اور اس کے تقاضے کو محسوس کریں اور اس فرصت اجتماع سے فائدہ اٹھاکر ایک ایسی راہ پیدا کریں کہ مذہب پہلے سے زیادہ موثر، فعال اور محرک بھی ہو۔ اور سب مذاہب میں باہم تال میل اور ربط بھی ہو۔ اس سلسلہ میں ریورنڈ نکوناناتے ایک دلچسپ بات یہ کہی کہ "EXPO 70" کے ختم کے دن ایک غیرملکی مندوب نے تقریر کرتے ہوئے کیا خوب کہا تھا، اگر مجھ کو مجبور کیا جائے کہ میں "ترقی" اور "انسانی ہم آہنگی" ان دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلوں تو میں انسانی ہم آہنگی بغیر ترقی کو ترقی بغیر ہم آہنگی پر ترجیح دوں گا۔

**آرک بشپ ایگلو فرنانڈس کا خطبہ** استقبالیہ تقریریں ختم ہوگئیں تو صدر جلسہ آرک بشپ

ایگلو فرنانڈس (دہلی) نے خطبۂ صدارت پڑھا۔ یہ خطبہ مذہب اور امن کے موضوع پر ایک مبسوط، پر مغز اور بڑا فاضلانہ مقالہ تھا۔ اس بنا پر ہم ذیل میں اس کے جستہ جستہ اقتباسات نقل کرتے ہیں:

موصوف نے شروع میں مجلس اقوام متحدہ کی تعریف کی کہ اس کی وجہ سے گذشتہ ربع صدی میں دنیا کی قوموں اور ملکوں میں تال میل بڑھا اور اقتصادی سیاسی اور سماجی اور ثقافتی معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک اور تعاون کی بڑی اچھی فضا پیدا ہوئی ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ تیسری عالمگیر جنگ کو روکنے میں بھی اس نے کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: "بہرحال ہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرسکتے کہ اس مجلس نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے نہیں ہوسکے ہیں۔ بھوک۔ غریبی بے روزگاری۔ بیماری۔ جہالت۔ حرص و استحصال بالجبر کی لعنت خوفناک حد تک ہم پر مسلط ہے۔ افراد و اشخاص اور اقوام و ممالک میں باہمی عداوت و نفرت۔ رقیبانہ کشمکش اور انسانی حقوق میں ناانصافی اور نابرابری، ظلم و عدوان۔ اور جبر و ستم۔ یہ سب چیزیں روز افزوں ہیں ابھی اساکا میں EXPO, 70 کا اختتام ہوا ہے۔ دنیا کی سب حکومتوں نے کہا کہ اس کا خاص مقصد "ترقی اور انسانی ہم آہنگی" ہے۔ لیکن ان کی بڑی بھول یہ ہے کہ انھوں نے ترقی کا دامن صرف صنعت و حرفت اور ٹکنالوجی کی ترقی سے وابستہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ سب لوگ امن اور ہم آہنگی کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ اور حال یہ ہے ترقی یافتہ یا ترقی پذیر سب ممالک اپنے بجٹ کا تقریباً نصف حصہ جنگ کی تیاری اور اس کے لئے نہایت خطرناک اسلحہ کی فراہمی میں خرچ کر رہے ہیں۔ ٹکنالوجی اچھی چیز ہے لیکن انسانوں کو راست باز بنانا اسکے بس میں نہیں ہے۔ یہ کام صرف مذہب ہی کرسکتا ہے جو انسان کو اعلیٰ اقدار حیات سے وابستہ کرکے زندگی میں ترفع پیدا کر دیتا ہے۔ اس بنا پر انسان کے مستقبل کے لیے خوش آیند توقعات اسی وقت قائم کی جاسکتی ہیں جب کہ سائنس اور مذہب دونوں

قدم سے قدم ملا کر چلیں۔

مذہب اور زندگی کے ربط باہمی کے متعلق انھوں نے کہا:

"مذہب اور زندگی دونوں بنیادی طاقتیں ہیں۔ ان کا دائرۂ اختیار و عمل انسان کے ہر شعبۂ حیات اور اس کے اداروں تک وسیع ہے اس بنا پر ان میں کشمکش لازمی ہے۔ دونوں کا تعلق انسانی فطرت سے ہے لیکن درحقیقت دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ کیوں کہ سچا مذہب زندگی ہے اور سچی زندگی ہی مذہب ہے۔ مذہب اور زندگی کا اتحاد سہل الحصول امر نہیں ہے۔ اس کے لئے بہت عظیم اور مسلسل جدوجہد کرنی ہوگی۔ ہمیں ایسے حالات پیدا کرنے چاہئیں جو انسان کی تمام سرگرمیوں میں مذہب کو اپنا کام کرنے کا موقع بہم پہنچائیں۔

اس سلسلہ میں اہل مذاہب کو کیا کرنا چاہئے؟ آرک بشپ نے مذہب کی زبان میں بولتے ہوئے کہا: دنیا کے موجودہ حالات مذہب کے لئے بہت بڑا چیلنج ہیں۔ ہمیں اس کا جواب دینا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے مقدم اور ضروری یہ ہے کہ ہم سب اہل مذاہب اپنی گذشتہ اور موجودہ کوتاہیوں اور بدعملیوں کے لئے خدا کے حضور میں توبہ و استغفار کریں۔ کیونکہ ہم نے دنیا کو اہل دنیا کے حوالہ کر کے ان کو اس کی اجازت دے دی ہے کہ وہ سیاہ سپید جو چاہیں کریں اور ہم زندگی سے بے تعلق ہو کر صرف ان چند چیزوں پر قناعت کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ جو مذہب کے روایاتی رسوم ہیں۔ حالانکہ مذہب کی تعلیمات کے مطابق یہ دنیا ہمارے ہاتھ میں خدا کی ایک امانت تھی اور اس کو شر و فساد سے محفوظ رکھنا اور اس کی اصلاح کرتے رہنا ہمارا فرض تھا۔ ہم نے زبان سے ہمیشہ عدل و انصاف۔ انسانی اخوت و محبت۔ مساوات حقوق اور آزادی و رواداری کا پرچار کیا ہے۔ لیکن بالواسطہ یا بلاواسطہ استعماری اور جارحانہ طاقتوں کا ساتھ دے کر عملاً ان دعاوی کی تکذیب کی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا۔ اس موقع پر جس چیز کا میں آپ سے مطالبہ کرتا

ہوں وہ یہ ہے کہ بے خوفی کی اسپرٹ پیدا کیجئے۔ یعنی قومیت، وطنیت اور رنگ و نسل ان سب چیزوں اور بندھنوں سے آزاد ہو کر وہ کہیئے اور کیجیے جس کا مطالبہ مذہب کرتا ہے۔ اگر آپکی اس حق گوئی سے آپ کی حکومت یا آپ کی قوم ناراض ہوتی ہے تو ہو آپ کو اس کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ آسان کام نہیں ہے لیکن اس کے بغیر انسانی ضمیر بیدار بھی نہیں ہو سکتا اور جب تک ضمیر بیدار نہیں ہوگا امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔"

کانفرنس کی سبجکٹ کمیٹیوں میں جن موضوعات پر بحث ہونی تھی ان کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے اپیل کہ ان تمام مباحث اور گفتگوؤں میں آپ حضرات کو انسان پوری انسانی برادری اور انصاف اور محبت کے پس منظر میں حصول امن کی کوششوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔ اور علمی طور پر ان تینوں کی تشریح و توضیح اور ان کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے بعد انھوں نے کہا کہ کانفرنس کے دو کام ہونے چاہیے۔ ایک یہ ہم اس پر غور کریں کہ ہم کس طرح دنیا کی رائے عامہ کو اخلاقی اور روحانی اقدار کی بنیاد پر منظم کر سکتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ہم دنیا کی تمام ذمہ دار حکومتوں کو ہر ممکن طریقہ سے اس بات پر آمادہ کریں کہ ضمیر اور مذہب کی آزادی کو بغیر کسی امتیاز کے تسلیم کریں۔ جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے مجلس اقوام متحدہ کے چارٹر میں ان کی پوری وضاحت کر دی گئی ہے۔ اور اب یہ تجویز مجلس کے زیر غور ہے کہ ان حقوق کی نگرانی اور حفاظت کی غرض سے ایک ہائی کمشنر برائے حقوق انسانی کا عہدہ قائم کیا جائے۔ ہمیں اس کانفرنس میں بہرحال تمام حکومتوں سے پر زور درخواست کرنی چاہیے کہ وہ اس چارٹر کی پوری پابندی کریں اور کسی کی حق تلفی نہ ہونے دیں۔

**سر ظفر اللہ خاں کا مقالہ** | اس کے بعد ہیگ (ہالینڈ) کی بین الاقوامی عدالت کے صدر سر ظفر اللہ خاں نے اپنا مقالہ "امن کے بنیادی اصول" کے زیر عنوان پڑھا۔ یہ مقالہ کافی مبسوط اور بصیرت افروز تھا۔ انھوں نے کہا کہ میرا فکر جو کچھ بھی ہے اسلامی ماخذ پر مبنی ہے۔ اور اگرچہ حدیث بھی بہت اہم اور ناگزیر ماخذ اسلام ہے لیکن وہ جو کچھ بھی ہے۔

قرآن کی ہی تشریح وتبیین ہے اور قرآن میں بنیادی اور اہم اصول سب بیان کر دیئے گئے ہیں اس بنا پر میرا مقالہ پورا کا پورا قرآن پر مبنی ہے اور میں نے اسی کے حوالے دیئے ہیں۔ اس تمہید کے بعد پہلے انھوں نے اسلام کی تعریف کی اور پھر کہا: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ "امن" اپنے اصل معنی اور ماہیت کے اعتبار سے صرف جسمانی تحفظ اور فقدان جنگ کا نام نہیں ہے اگرچہ بلاشبہ یہ بھی بہت ضروری اور اہم ہے۔ لیکن یہ امن کا محدود اور یک طرفہ مفہوم ہے در اصل امن کے معنی ہیں ایک فرد کا ایک طرف اپنے خالق کے ساتھ اور دوسری جانب اپنے ابنائے جنس کے ساتھ ایسا تعلق اور ربط جو منفعت بخش اور موجب فلاح ہو۔ اس دائرے میں وہ تمام تعلقات آجاتے ہیں جو ایک فرد کے فرد کے ساتھ یا قوم کے ساتھ یا ایک قوم کے دوسری قوم کے ساتھ ہوں۔ پھر امن کسی خاص قسم کا نہیں بلکہ جسمانی۔ ذہنی۔ اخلاقی اور روحانی غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ اور مذہب کا کام انسان کے لئے اسی وسیع مفہوم میں امن کا بہم پہنچانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کانفرنس کو مذہب اور امن کی عالمی کانفرنس کہا گیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے قرآن مجید کی آیات پر آیات نقل کر کے بتایا کہ تزکیۂ نفس۔ ضبطِ نفس۔ فضائل و رذائلِ اخلاق۔ وحدتِ انسانیت۔ وحدتِ دین اور رنگ و نسل کے امتیازات۔ فساد فی الارض۔ اصلاحِ ذات البین اور حسنِ معاشرت وغیرہ کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ اور وہ کس طرح ایک انسان میں انابت الی اللہ پیدا کر کے اس کو دنیا کا بہترین شہری اور اعلیٰ انسان بنا دیتا ہے۔ آخر میں انھوں نے کہا: الغرض امن اور سلامتی کی ضمانت ایمان برب العالمین ہے۔ اور اپنے مقالہ کو اس آیت پر ختم کیا:-

| | |
|---|---|
| واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا | (لوگو، تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو |
| واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم | اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کی اس نعمت کو |
| اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم | یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے |

بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ کذٰلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تھتدون ٥ (آل عمران)

تو اس لئے تمہارے دل جوڑ دیئے اور تم اس کے کرم سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم دوزخ کے کنارہ پر تھے اللہ نے تم کو اس سے نجات دی۔ اللہ اسی طرح اپنی آیات تمہارے لئے بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر قائم رہو۔

مقالہ سب نے بڑی توجہ غور اور دلچسپی سے سنا اور جب ختم ہوا تو حاضرین کی چیرز سے ہال گونج اٹھا۔

دس ہزار ڈالر فی گھنٹہ — سہ پہر کے اجلاس میں کانفرنس کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر ہوم جیک نے اپنی رپورٹ پڑھی جس میں انھوں نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد اس کے پروگرام اور اس کی تاریخ پر روشنی ڈالنے کے بعد بتایا کہ اخراجات کی کیا نوعیت رہی ہر اس سلسلہ میں آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ درمیان میں ایک دن سیر و سیاحت کا تھا اس لیے کانفرنس پانچ دن رہی ہے۔ ڈاکٹر جیک نے اندازہ کرکے بتایا کہ ... کانفرنس پر (جب تک کہ آپ کانفرنس ہال میں ہوں) دس ہزار ڈالر فی گھنٹہ کے حساب سے خرچ ہو رہا ہے۔ یہ رپورٹ آدھے گھنٹہ کی تھی اس لئے انھوں نے یہ بھی کہا کہ اس حساب سے میری تقریر کی لاگت پانچ ہزار ڈالر ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بڑی خوشی کی ہے کہ ان تمام ہوش ربا مصارف کا تکفل نجی طور پر افراد و اشخاص اور مذہبی اداروں نے کیا ہے۔ کسی ملک کی حکومت، یہانتک کہ حکومتِ جاپان سے بھی کسی قسم کی مدد نہیں لی گئی۔

ہر مذہب کے لوگوں کا گروپ وار اجتماع — چائے وقفہ کے بعد ۵ بجے ہر مذہب کے لوگوں کا مختلف کمروں میں الگ الگ اجتماع ہوا تاکہ وہ اپنے مذہب کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیں کہ کانفرنس میں جو امور زیرِ بحث آرہے ہیں اور جو اس کا سیاسی مقصد ہے اس میں اس مذہب کا کیا رول ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کے اجتماع کی صدارت کے لئے پروگرام میں

قاہرہ کے ڈاکٹر موسیٰ اسحاق الحسینی کا نام تھا لیکن صدر ناصر کے انتقال کی وجہ سے وہ نہیں آسکے تھے۔ اس لئے ہم لوگوں کی رائے سے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے صدارت کی۔ اس اجتماع میں میں نے بھی تقریر کی۔ یہ نشست دو گھنٹہ کی تھی۔

**ایک مشہور سائنس داں کا مقالہ** اوپر آپ نے مذہب (عیسائیت اور اسلام) کے دو نمائندوں کی تقریریں پڑھی ہیں۔ اب ڈاکٹر ہائیڈیکی یوکاوا کا مقالہ سنئے۔ یہ بین الاقوامی شہرت کے جاپانی سائنس داں ہیں۔ طبعیات (فزکس) میں تحقیقی کارناموں کی وجہ سے ۱۹۵۷ء کا نوبل پرائز انہیں کو ملا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں لارڈ برٹرنڈرسل اور ڈاکٹر البرٹ آئنسٹن نے نیوکلر جنگ کے خلاف جو اعلان مشاہیر عالم کے دستخطوں سے شائع کیا تھا۔ اس پر ڈاکٹر یوکاوا کے دستخط بھی تھے۔ ڈاکٹر ہومر جیک کی رپورٹ کے بعد ان کا مقالہ ہوا جس کا عنوان "بے ہتھیاروں کے ایک عالم کی تخلیق" تھا۔ انھوں نے کہا کہ نسل انسانی کی بقا کے لئے سب سے بڑا خطرہ نیوکلر ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی اور اس میں مسابقت ہے۔ پہلے اس میدان میں امریکہ اور روس ہی ایک دوسرے کے حریف تھے۔ لیکن اب فرانس اور چین بھی اس اکھاڑہ میں اتر آئے ہیں۔

انھوں نے مزید کہا: یہ ہتھیار کس درجہ مہلک اور تباہ کن ہیں؟ اس کا اندازہ اس ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ اب سے چند سال پہلے ہی امریکہ اور روس نے ان ہتھیاروں کا جو ذخیرہ جمع کر لیا تھا وہ ہماری موجودہ دنیا کو دس مرتبہ صفحۂ ہستی سے بے نام و نشان کر دینے کے لئے کافی ہے۔ پہلے "نسل انسانی کی مکمل تباہی" جیسے الفاظ اگر کوئی کہتا تھا تو اسے مبالغہ کہا جاتا تھا لیکن اب یہ مبالغہ نہیں بلکہ قرینۂ غالب بن گیا ہے۔ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اسلحہ بندی جس سے طاقت میں توازن برقرار ہے۔ جنگ کو روکنے کا کامیاب ذریعہ ہے۔ لیکن یہ خیال سر تا سر وہم اور غلط ہے کیوں کہ "حملہ میں پہل سب سے بہتر دفاع ہے" کا مقولہ آج بھی صادق آتا ہے۔ جو ملک بھی نیوکلر ہتھیاروں سے حملہ میں پہل کر بیٹھے گا وہ دشمن کو

تباہ کرکے دفاع کے قابل ہی نہیں رکھے گا۔ اس بنا پر جنگ سے تحفظ کی صورت بجز تخفیف اسلحہ کے کچھ اور نہیں ہے۔ جاپان نے اس حقیقت کو بہت پہلے ہی محسوس کرلیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں جاپان کا جو دستور بنا تھا اس کی دفعہ ۹ میں جنگ سے الگ رہنے کا اعلان کردیا گیا ہے۔ جاپان کے اس جرأت مندانہ اقدام کے تیرہ برس بعد ۱۹۵۹ء میں مجلس اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے وہ ریزولیوشن منظور کیا جسے مکمل تخفیف اسلحہ پر بین الاقوامی اقوام کا رزولیوشن، کہا جاتا ہے اور جو متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا تھا۔ اس کے دو برس بعد ۱۹۶۱ء میں جنرل اسمبلی میں ایک رپورٹ پیش ہوئی جس میں تخفیف اسلحہ سے متعلق امریکہ اور روس کے باہمی سمجھوتہ اور اس کے اعلان کا ذکر کیا گیا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں ان دونوں ملکوں نے آپس میں جزوی طور پر نیوکلیر ہتھیاروں کے ٹسٹ کو روک دینے کے معاہدہ پر بھی دستخط کئے۔ مجلس اقوام متحدہ کے مذکورہ بالا رزولیوشن۔ اعلان اور پھر امریکہ اور روس کے معاہدہ پر دنیا کی سب قوموں نے جس مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عالم کی رائے عامہ جنگ کے فلسفہ کے خلاف ہے۔

موصوف نے سائنس اور ٹکنالوجی کے بارہ میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ بھی سننے کے لائق ہیں۔ انھوں نے کہا: سترہویں صدی میں جب سے مغربی یورپ میں جدید سائنس کا آغاز اور اس کا نشوونما ہوا ہے لوگ اپنی مادی زندگی کو ترقی دینے کی طرف زیادہ مائل ہوگئے اور ان کی کوششیں زیادہ تر اس ایک مقصد کے حاصل کرنے پر مرکوز ہوگئی ہیں یہ بجائے خود ایک اچھی بات ہے اور زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ہم کو سائنس اور ٹکنالوجی سے برابر زیادہ سے زیادہ کام لیتے رہنا چاہیے کیونکہ ہم ابھی تک صفحۂ ارض سے غریبی اور فاقہ کشی کو نیست و نابود کردینے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں لیکن ہم کو اس حقیقت کا بھی اعتراف کرلینا چاہیے کہ نیوکلر ہتھیار اور دوسری قسم کے سخت مہلک اسلحہ بھی سائنس اور ٹکنالوجی کی ہی دین ہیں اور صرف یہ اسلحہ نہیں بلکہ فضا کا تعفن اور گندگی POLLUTION جو ٹکنالوجی میں ترقی یافتہ ملکوں میں پائی جاتی ہے یہ خود ایک بہت بڑی مصیبت بن گئی ہے۔ آخر میں موصوف نے عالمگیر امن کے قیام کے لئے عالمی وفاق اور ایک بین الاقوامی قانون کی سفارش کی۔

(باقی)